رسالہ قدسیہ پر ایک طائرانہ نظر

ملک محمد اقبال

نقشبندی حضرات کے علمی ذخائر میں رسالہ قدسیہ کو بلند مقام حاصل ہے۔ اگرچہ رسالہ قدسیہ خواجہ محمد پارسا کی ایک مختصر تالیف ہے لیکن یہی وہ تالیف ہے جس کے کئی قلمی نسخے دنیا کے کتب خانوں میں موجود ہیں[1] اور یہ رسالہ سمرقند کے علاوہ، تین بار لکھنؤ دہلی اور حیدر آباد سندھ میں طبع ہو چکا ہے، لیکن مختلف خطی نسخوں کو سامنے رکھتے ہوئے اس کی تصحیح کی جانب توجہ نہیں دی گئی، البتہ ۱۳۵۴ خورشیدی (۱۳۹۵ ق) میں راولپنڈی کے ثقافتی ادارے "مرکز تحقیقات فارسی، ایران و پاکستان" کی جانب سے اس کی طباعت کا عمدہ انتظام کیا گیا۔ یہاں یہ بتانا مناسب ہوگا کہ مرکز تحقیقات فارسی ڈاکٹر علی اکبر جعفری کی سرپرستی اور حسین تسبیحی کی کاوشوں سے نہ صرف یہ کہ کتاب خانہ ہذا میں ہزاروں کی تعداد میں قیمتی قلمی نوادرات اور دوسری نایاب کتابیں جمع کرنے کی ایک عظیم خدمت سرانجام دے چکا ہے بلکہ اس وقت پاکستان کی میراث فرہنگی میں سے فارسی کے چودہ نادر علمی ذخائر کو زیور طبع سے آراستہ کرنے میں کامیاب ہوا ہے۔

رسالہ قدسیہ، آثار نقشبندیہ میں قدیم ترین اہم رسالہ ہے جسے سلسلہ نقشبندیہ کی ایک مستقل بنیادی تالیف قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ رسالہ اگرچہ مختصر ہے لیکن طریقت نقشبندیہ کے تمام اصولوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور ارباب طریقت کی نگاہ میں عموماً اور سلسلہ نقشبندیہ کی نگاہوں میں خصوصاً قیمتی دستاویز ہے کیونکہ اس میں بانی سلسلہ نقشبندیہ خواجہ بہاؤالدین نقشبند کے کچھ ملفوظات ہیں جنہیں ان کے خلیفہ خواجہ محمد پارسا نے جمع کیا اور ان کی شرح تحریر کی۔

حضرت خواجہ نقشبند کے اصل ملفوظات ۱۶ سطر کے ساڑھے دس صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں اور ان

---

[1] ۔ قدامت کے لحاظ سے ایا صوفیہ کا نسخہ قدیم ترین ہے یہ نسخہ ۸۴۵ھ میں لکھا گیا تھا۔ دوسرے درجے پر کتاب خانہ گنج بخش اسلام آباد ہے اور ۹۰۰ھ میں لکھا گیا تھا۔ راقم الحروف نے رسالہ قدسیہ کی تصحیح میں اسی نسخہ کو بطور متن قرار دیا ہے۔

کی شرح جو خواجہ پارساؒ نے تحریر فرمائی ۵۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ محمد پارساؒ نے خواجہ نقشبندؒ کے ملفوظات وقتاً فوقتاً تحریر کئے۔ اگر وہ سب کے سب سامنے ہوتے تو ایک نہایت علمی ذخیرہ ہوتا، لیکن رسالہ قدسیہ میں ان ملفوظات سے نہایت مختصر کا انتخاب کیا گیا ہے، رسالہ ہذا کی تمہید میں مذکور ہے :

بندہ ضعیف محمد بن الحافظی البخاری، وفقہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ لما یحبہ ویرضاہ، ان کلمات قدسیہ میں سے بعض صدق وارادت کے خیال اور برکت واستفادہ کی نیت سے لکھ لیتا تھا اور اب بعض عزیز دوستوں کے حکم اور مشورہ سے ان انفاس میں سے چند باتیں خیر و برکت کے لئے لکھی گئیں [1]"

خواجہ پارساؒ نے جو ملفوظات انتخاب کئے انہیں غالباً چودہ مواقع پر محفوظ کیا گیا تھا کیونکہ رسالہ قدسیہ میں یہ چودہ حصص میں تقسیم کئے گئے ہیں۔ ہر ایک حصہ کے بعد خواجہ پارساؒ نے ان کی تشریح فرمائی ہے اور اس شرح کے لئے دوسرے بزرگان دین کے افکار سے بڑے سلیقے سے کام لیا ہے۔ تمہید میں فرماتے ہیں :

" اگر ان کلمات قدسیہ کی بعض مقامات پر تشریح کی ضرورت پڑے تو بہتر یہ ہوگا کہ کلمات مشائخ اور اہل اللہ کے انفاس نفسیہ سے مدد لی جائے۔ [2]

رسالہ قدسیہ میں ۲۵ آیات کریمہ اور ۲۰ احادیث مقدسہ کے علاوہ درج ذیل کتابوں کے اقتباسات ۳۹ اکابرین کے اقوال، ۱۰۷ اشعار اور ۸۶ اکابرین کے اسمائے گرامی موجود ہیں، اگرچہ ان کتابوں کے نام بیشتر حذف کئے گئے ہیں۔

(۱)۔ الرسالۃ القشیریہ از ابوالقاسم قشیریؒ (۲) تذکرۃ الاولیاء از شیخ فریدالدین عطارؒ (۳) دیوان ابن فارضؒ (۴) دیوان حکیم سنائیؒ (۵) فتوحات مکیہ از شیخ اکبر محی الدین ابن عربی (۶) دیوان شیخ فریدالدین عطارؒ (۷) طبقات الصوفیہ از عبدالرحمٰن سلمیؒ (۸) عوارف المعارف از شیخ شہاب الدین سہروردیؒ (۹) قصیدہ ابن فارضؒ (۱۰) قوت القلوب از ابوطالب مکیؒ (۱۱) منطق الطیر از فریدالدین عطارؒ (۱۲) مثنوی مولانا رومؒ (۱۳) نوادر الاصول از حکیم ترمذیؒ (۱۴) ختم الاولیاء از حکیم ترمذیؒ

ان ملفوظات اور ان کی شرح تحریر کرنے کے سلسلے میں خواجہ پارساؒ کے مقاصد یہ تھے۔

---

[1] ۔ رسالہ قدسیہ ص ۱۱۵ از انتشارات مرکز تحقیقات فارسی، ایران و پاکستان راولپنڈی۔

[2] ۔ رسالہ قدسیہ ص ۱۲۱ ۔

پہلا مقصد یہ تھا کہ جب طالبان حق یہ کلمات سن کر ان سے فائدہ اٹھائیں تو ایسا معلوم ہو جیسا کہ خود انہوں نے حضرت خواجہؒ کی مجالس کا شرف حاصل کیا ہے اور یہ باتیں آپ سے سنی ہیں[1]۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ نیکوں کی باتیں، ان کے احوال اور حکایات دلوں کی تربیت کرتے ہیں اور ان کی قوت میں اضافہ کرتے ہیں[2]۔ اسی کی تاکید خواجہ عبداللہ انصاری ہروی ان الفاظ میں فرماتے ہیں :

"بیشتر نشان و برکت در ایں کار آں است کہ سخنان مشائخ شنوی"[3]

دوسرا مقصد یہ تھا کہ انہیں سن کر طالبان صادق راحت و آرام پائیں۔[4]

تیسرا مقصد یہ تھا کہ وہ رحمت الٰہی سے بہرہ ور ہوں اور ان پر لامحدود فیض نازل ہو، کیونکہ صالحین کے تذکرہ میں رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے[5] بزرگان دین کی باتوں پر غور و فکر کرنے سے اصل بصیرت کو یقین حاصل ہو کیونکہ اس یقین کا مرتبہ اس یقین سے بڑھ کر ہے جو خوارق عادات کے مشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے۔[6]

ان باتوں پر سوچ بچار کرنے سے ظاہری معانی کی سمجھ حقیقی معانی کی سمجھ کا ذریعہ بن جائے[7] طالبان حق ذوق و شوق کے ساتھ راہ سلوک پر چلیں[8] بلاشبہ اس مختصر رسالہ کے مطالعہ سے نہ صرف یہ کہ ایسا شوق پیدا ہو جاتا ہے بلکہ اگر اس کا بار بار مطالعہ کیا جائے تو آدمی اس راہ پر چلنا بھی شروع کر دیتا ہے۔

کوئی تکبر و نخوت سے کام لے تو اس کا غرور مٹ جائے اور اسے دوسروں کے بلند مقام اور اپنی کم مائگی کا احساس ہو جائے۔[9]۔ ایسے ہی دوسرے مقاصد موجب تحریر بنے۔

۱۔ رسالہ قدسیہ ص ۱۱۰

۲۔ نفحات الانس از عبدالرحمٰن جامی ص ۲۱

۳۔ طبقات الصوفیہ از شیخ عبداللہ انصاری بہ تصحیح عبدالحیٔ جیبی قندھاری ص ۶

۴۔ رسالہ قدسیہ ص ۱۱۶

۵۔ رسالہ قدسیہ ص ۱۱۶

۶۔ رسالہ قدسیہ ص ۱۱۷

۷، ۸۔ ایضاً ص ۱۱۸ - ۹ رسالہ قدسیہ ص ۱۱۸

خواجہ پارساؒ نے سب سے پہلے جس ملفوظ سے ان کلمات قدسیہ کی ابتدا فرمائی ہے، اس میں ان بنیادی صفات کا ذکر ہے جن کا اولیاء اللہ میں پایا جانا ضروری ہے اور وہ ہیں، تسلیم، اطاعت، تقویٰ اور عزیمت۔ ؎۱

نقشبندیہ دو طرح سے تربیت کرتے ہیں جسے تربیت جسمانی اور تربیت روحانی کا نام دیا جا سکتا ہے۔

خواجہ پارساؒ نے اس ملفوظ کی تشریح کرتے ہوئے دو باتوں پہ زور دیا ایک یہ کہ عزیمت کی راہ پر چلنے کے لیے خواجہ نقشبند کو روحانی اور ظاہری انتساب سے بڑی مدد ملی۔ آپ کو روحانی طور پہ خواجہ عبدالحق غجدوانی سے اور ظاہری طور پہ امیر کلال سے انتساب ہے ؎۲

حضرت مجدد الف ثانی نے بعض نصائح پر مشتمل ایک رسالہ تحریر فرمایا تھا جسے دربار رسالت ﷺ میں درجہ قبولیت حاصل ہوا۔ آپ اس کا تذکرہ اس طرح فرماتے ہیں "تحریر کے بعد ایسا معلوم ہوا کہ حضرت رسالت خاتمیت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے مشائخ کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ تشریف رکھتے ہیں اور یہ رسالہ آپ کے دست مبارک میں ہے۔ اور مشائخ کو دکھاتے ہیں کہ اس قسم کے معتقدات رکھنے چاہئیں"۔ ؎۳

ایک اور مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے کچھ وقت خیر البشر پہ درود کا شغل رکھا اور میں انواع و اقسام کے درود بھیجتا تھا اور ولایت خاصہ محمدیہ کے اسرار و دقائق کی جانب راہ پاتا تھا۔ ؎۴

اہل اللہ کے ہاں سلوک کے علاوہ خواجہ پارسا نے ایک دوسرے ملفوظ میں جذبہ حق اور اس کے جلالی اور جمالی ثمرات کا ذکر کیا ہے۔ ؎۵

خواجہ پارساؒ نے تیسرے ملفوظ میں اللہ سے مخلوق کی دوری۔ کا سبب بتایا ہے، نیز یہ کیسے

؎۱۔ رسالہ قدسیہ ص ۱۲۳

؎۲۔ رسالہ قدسیہ ص ۱۲۵

؎۳۔ مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۱۶

؎۴۔ مکتوبات امام ربانی دفتر دوم مکتوب ۵۰

؎۵۔ رسالہ قدسیہ ص ۱۲۹

معلوم ہو کہ ایک آدمی کو بارگاہ اقدس میں قبولیت حاصل ہے یا نہیں[1]۔ خواجہ پارسا اس ملفوظ کی تشریح کرتے ہوئے قرب کے سفر یعنی سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ کے کئی پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ سیر فی اللہ کے لئے رابطۂ شیخ زینے کا کام دیتا ہے اور اس دوری کو ختم کرنے کے لئے یہ واسطہ نہایت مفید ہے[2]

حضرت خواجہ پارسا نے پانچویں درجہ پر وہی ملفوظ منتخب فرمایا ہے جس میں مرتبہ کمال کے حصول کا طریق زیر بحث ہے۔ اس ملفوظ میں سلسلہ نقشبندیہ کا مخصوص طریق ذکر بھی سامنے آتا ہے اور اس ملفوظ میں کلمۂ توحید کا وہ بلند مفہوم[3] بھی مذکور ہے جس کی تعریف میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ لکھتے ہیں "حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جو کچھ دیکھا گیا سنا اور جانا گیا، سب غیر ہے جسے کلمہ لا کی حقیقت سے نفی کرنا چاہیئے۔ حضرت خواجہ کا یہ کلام مجھے اس شہود سے نکال لایا ہے اور مشاہدہ اور معائنہ کی گرفتاریوں سے نجات بخش دی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہماری طرف سے بہتر جزا عطا فرمائے میں اس ایک بات سے حضرت خواجہ کا مرید اور ان کے حلقہ بگوشوں میں سے ہوں اور یہ سچ ہے کہ اولیاء اللہ میں سے کم ہی کسی نے ایسی بات لکھی ہے[4]

حضرت مجدد الف ثانی کے کئی مکتوبات میں حضرت خواجہ محمد پارسا کی تالیفات اور خصوصاً قدسیہ کا تذکرہ پایا جاتا ہے یہاں تک کہ دفتر اول کے چھٹے مکتوب سے جو آپ نے اپنے پیر بزرگوار کو تحریر کیا ہے رسالہ قدسیہ کی عبارت کے حوالہ جات شروع ہو جاتے ہیں۔ اسی ملفوظ میں وقوف قلبی اور وقوف عددی کے اسرار[5] سے پردے اٹھا دیئے گئے ہیں اور قبولیت اعمال صالحہ کی شرط عظیم اور قبولیت کی علامات[6] مذکور ہیں۔

چنانچہ پارسا نے اس ملفوظ کی اہمیت کے پیش نظر تفصیلی بحث کی ہے جو ستر صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں۔ خواجہ پارسا اس سلسلے میں ذکر کی اہمیت[7]، ذکر کے مقاصد[8]، ذکر کی حقیقت[9]، ذکر کی شرائط[10]

---

[1] ۔ رسالہ قدسیہ ص ۱۳۷

[2] ۔ رسالہ قدسیہ ص ۱۳۹ ۔

[3] ۔ ایضاً ص ۱۴۳ ۔ [4] مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۲۷۲ ۔

[5] ۔ رسالہ قدسیہ ص ۱۴۳ ۔ [6] ایضاً ص ۱۴۴ ۔

[7] ۔ رسالہ قدسیہ ص ۱۴۴ ۔ [8] تا [10] ۔ ایضاً ص ۱۴۵ ۔

اور اس کے فوائد سے بھی بحث کی ہے۔ مراقبہ پر گفتگو کرتے ہیں۔ خواجہ عبید اللہ احرارؒ فرماتے ہیں کہ جب میں مولانا حسام الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو بہت مضطرب تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ حقیقت میں مراقبہ یہی انتظار ہے اور مراقبہ کی حقیقت یہی انتظار مقصود ہے۔ نہایت سیر کا مطلب اس انتظار کا حصول ہے۔ اس طرح کے انتظار کا ظہور غلبۂ محبت سے ہوتا ہے اور یہی انتظار راہبر ہوتا ہے[۱]۔ خواجہ پارسا تلاوت قرآن کی فضیلت اور قرب الٰہی کے لئے کلام الٰہی کی اہمیت[۲] اور اس کی وجوہ[۳] بتانے کے بعد قطع علائق اور دولت ایمان کے لئے لا الہ الا اللہ میں استغراق[۴] پر زور دیتے ہیں۔

چھٹے درجہ پر دہ ملفوظ مذکور ہے جس میں اہل تلوین اور اہل تمکین کے مراتب اور مخصوص صفات کا بیان ہے[۵]۔
اس کے بعد ساتویں درجہ کے ملفوظ میں خلقِ خدا کو نفع پہنچانے کی عظمت کا بیان ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ کس طرح اہل اللہ اپنے لئے ضروری سمجھتے ہیں کہ ان کے وجود سے خلقِ خدا کو نفع حاصل ہو[۶]۔ اس ملفوظ کی تشریح کرتے ہوئے خواجہ پارساؒ خلق خدا کی بھلائی کے لئے کام کرنا اور یک قلم مصروف رہنا اہل اللہ کے لئے کمال قرار دیتے ہیں[۷]۔

غرضیکہ سالک کے لئے خلق خدا کو اللہ تعالےٰ کی طرف دعوت دینا اور انہیں نفع پہنچانا ضروری ہو جاتا ہے اور اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے اور اس کی تیار کردہ جماعت کے افراد اسی راہ پر چل کر خدمت خلق کے کام میں مصروف رہتے ہیں۔

تصوف کے تمام طرق خدمت خلق پر بہت زور رہے۔ مثال کے طور سہروردی بزرگوں کے بارے میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی اخبار الاخیار میں فرماتے ہیں:

"صوفیان سہروردیہ، سفر اور اجتماعی زندگی سے بہت زیادہ تعلق رکھتے تھے[۸]۔ صاحب خزینۃ الاصفیا کہتے ہیں" سہروردیہ یہ یقین رکھتے تھے کہ ارباب اقتدار کے ساتھ رابطہ رکھ کر وہ اس کام کو زیادہ بہتر طریق سے سرانجام دے سکتے ہیں اور اسی کے ذریعے لوگوں کو امداد پہنچا سکتے ہیں۔ اسی بات کو ملحوظ رکھتے

۱۔ نفحات الانس ص ۲۸۶

۲۔ رسالہ قدسیہ ص ۱۵۸، ۱۵۹ ۳۔ ایضاً ص ۱۵۹ ۴۔ ایضاً ص ۱۶۰ ۵۔ رسالہ قدسیہ ص ۱۶۱ ۶۔ ایضاً ص ۱۶۴ ۷۔ ایضاً ص ۱۶۵۔

۸۔ احوال و آثار شیخ بہاؤالدین ذکریا از ڈاکٹر شمیم محمود زیدی ص ۱۳

ہوئے وہ حکمرانوں کے ساتھ بہت قریبی رابطہ استوار رکھتے تھے۔[۱] حضرت مجددؒ الف ثانی، اہل اللہ کے اس گروہ کے بارے میں کہتے ہیں: "یہ بزرگوار اشیا کو حق سبحانہ، کی مخلوق ہونے کی وجہ سے دوست رکھتے ہیں اور ان کی نگاہ میں یہ اشیا محبوب نظر آتی ہیں کیونکہ یہ اشیا حق تعالیٰ کی بنائی ہوئی ہیں اور ان کے افعال بھی حق تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں[۲]

آٹھویں ملفوظ میں داعیہ طلب سے ابتدا کی گئی ہے کہ دل میں حق تعالیٰ کی طلب کا پیدا ہونا اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے اور اس نعمت کی قدر کرتے ہوئے اس داعیہ کے مطابق کام کرنا چاہیئے[۳] حضرت خواجہ پارساؒ اس داعیہ کی عظمت پر اظہار خیال کرتے ہوئے اسے بہت بڑی دولت قرار دیتے ہیں اور اس بات پر زور دیتے ہیں کہ اس داعیہ کے قیام وبقا کے لئے اپنے آپ کو کسی کامل رہنما کے سپرد کر دینا ضروری ہے۔ لہذا طلب کے بعد دوسرا مرحلہ انابت کا ہے[۴] نویں ملفوظ میں بیان کیا گیا ہے کہ اہل باطن پر لازم ہے کہ اپنے آپ کو کم تر سمجھیں تاکہ دوسروں سے استفادہ ممکن ہو سکے۔ حضرت خواجہ پارساؒ اس کی تشریح کے دوران موسیٰؑ اور خضرؑ کی مثال بیان کرتے ہیں۔[۵]

صوفیہ کی تعلیمات سے یہ واضح ہے کہ انبیاء کے توسط ہی سے قلوب کی اصلاح ہوتی ہے۔ جس کے بعد آدمی اس قابل ہو جاتا ہے کہ جلوت میں خلوت میں اللہ کی رحمتوں سے بہرہ ور ہو۔ چنانچہ گیارھواں ملفوظ انہی حقائق کے سلسلے میں ہے[۶] اور خواجہ پارساؒ اس کے ثبوت میں حدیث نبویؐ سے استدلال کرتے ہیں اور اقوال سلف سے استشہاد پیش کرتے ہیں[۷]

سالک کا چونکہ اپنے مقصد پر قائم رہنا ضروری ہے لہذا بارھویں ملفوظ میں سالک کو یہ بتایا گیا ہے کہ اسے اس راہ پر مسلسل چلتے رہنا چاہیئے اور اسے جو حالات بھی پیش آئیں، ان سے نہ گھبرائے یہاں تک کہ اپنی بے تدبیریوں سے بے بس اور حیران رہ جائے اور اپنے آپ کو بالکل حضرت واجب الوجود جلّ ذکرہٗ کے سپرد کر دے[۸] حضرت خواجہ پارساؒ اس ملفوظ کی تشریح کرتے ہوئے بعض اعتراضات

۱۔ احوال وآثار شیخ بہاؤالدین ذکریا ص ۱۳

۲۔ مکتوبات امام ربانی دفتر اوّل مکتوب ۱۶۰ ۳۔ رسالہ قدسیہ ص ۱۶۶ ۴۔ ایضاً ص ۱۶۷

۵۔ ایضاً ص ۱۶۸ ۶۔ ۷۔ رسالہ قدسیہ ص ۱۷۱

۸۔ رسالہ قدسیہ ص ۱۷۲ ۔

کو دور فرماتے ہیں کہ یہ مختلف حالات خوف وخشیت، ہیبت وعظمت "الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون[1]" کے منافی نہیں اور آپ اپنے اقوال و آراء کے حق میں دلائل پیش کرتے ہیں۔[2]

تیرھویں ملفوظ میں ہدایت خلق سے متعلق باتوں کو زیر بحث لایا گیا ہے۔[3]

چودھویں اور آخری ملفوظ میں فنا و بقا کے رموز و اسرار زیر بحث لائے گئے ہیں[4]۔ بزرگان دین کے اقوال سے عدم[5]، فنا و بقا اور تخلق بہ اخلاق ربانی[6] اور ان مقامات کے نشیب و فراز اور خاص حیثیات کو بیان کرتے ہوئے خواجہ پارسا نے شہود عالم وحدت کے بارے میں اہم اشارے فرمائے ہیں۔[7]

اگر ان ملفوظات کا بہ نظر غائر مطالعہ کیا جائے تو اس میں سلوک نقشبندی کی بنیادی تعلیمات کا ایک عظیم ذخیرہ نہایت ترتیب اور اختصار کے ساتھ جمع ملتا ہے۔ اس سے جہاں ایک طرف خواجہ بہاؤالدین نقشبندیہ کے بلند مقام سے آگاہی حاصل ہوتی ہے وہاں یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ کون سے ذرائع سے آپ اس بلند مقام پر فائز ہوئے اور اپنے ارادتمندوں کو انہی بلند مقامات پر پہنچانے کے لئے آپ نے کیا تعلیمات دیں اور تربیت کے لئے کیا طریق اختیار کئے کہ خواجہ علاؤالدین عطار اور خواجہ محمد پارسا جیسی عظیم شخصیتیں منصۂ شہود پہ آئیں اگرچہ خواجہ پارسا کی دوسری تالیفات کا بھی بہت بلند درجہ ہے لیکن رسالۂ قدسیہ ان سب کا جامع اور ان کے تمام کمالات کا ایک حسین مرقع ہے۔

---

[1]۔ سورہ یونس آیت ۶۲ [2] رسالۂ قدسیہ ص ۱۷۳، ۱۷۴ [3] ایضاً ص ۱۷۵

[4]۔ ایضاً ص ۱۷۷، ۱۷۸ [5] ایضاً ص ۱۷۹ [6-7] ایضاً ص ۱۸۰

****